عبادت و ریاضت

افعال دین میں عام طور پر اِن دو الفاظ کو ملا کر بولا جاتا ہے، عبادت کے معنی تو ہر کسی کے سمجھ میں آتے ہیں کہ نماز روزہ ذکر وغیرہ لیکن ریاضت کیا ہے؟ لغات ادب میں ریاضت محنت مشقت زُہد پیشہ وری ورزش اور نفس کشی کو کہتے ہیں.

اسلام میں اگر دیکھا جائے تو عبادت ہر فرقہ اور گروہ کرتا ہے ریاضت کوئی نہیں کرتا اور اس کی باقاعدہ تعلیم صرف مہدی موعودؑ نے دی ہے، لیکن! پچھلے ایک سو برسوں میں مہدویوں میں بھی ریاضت موقوف ہوتے ہوتے اب منقطع ہوچکی ہے، آج کے مہدوی خاص و عام صرف عبادت کر رہے ہیں ریاضت جو مہدویوں کی خاص پہچان تھی اُسے بھلا چکے ہیں. حالانکہ مہدویوں کی پہچان ہی بنی تھی ریاضت کی وجہ سی کہ اللہ کے لیے تقویٰ توکل اختیار کرنا ذکر دوام میں منہمک رہنا اپنے آرام و آسائش کو چھوڑ کر اللہ کے لیے لوگوں سے دور رہنا دنیا و متاع دنیا میں ملوث نہ ہونا اور خدا کے لیے ظاہری و باطنی ہجرت اختیار کرنا. اب یہ اعمال مہدویوں میں قصہ پارینہ بن چکے ہیں.

اب ہر ریاضت اپنے اور اولاد کے دنیا کے مستقبل جتن شہرت نام نمود خود نمائی کے لئے کیا جارہا ہے. عام لوگ تو عام لوگ ہیں یہ وطیرہ خواص کا ہوچکا ہے. اسلیے مہدویوں میں معرفت الٰہی اور روحانیت کے اعمال نہ رہے جو کچھ ہے ظاہر پرستی دکھاوا اور خود نمائی ہے ایسے میں فیض بہرہ رہبری رہنمائی کی اُمید رکھنا خود کو دھوکہ دینا ہے. اس لیے مخلص مہدویوں کو خود سے عبادت کے ساتھ ریاضت اختیار کر لینا چاہئے جو خدا کی رضا کا سبب ہے.

اصل اور نقل

مہدویہ تعلیمات کو غیروں نے توڑ مروڑ کر جماعتیں بنا لیں اور خوب واہ واہی لوٹی. اور مہدویوں نے تعلیمات مہدی کو چھوڑ کر غیروں کے طور طریقے اپنایے اور خوب ذلت اُٹھائ اور آج بھی بغیر سوچ سمجھے یہی طریقے اپنانے کی کوشش کر رہے ہیں.

کیوں نہ مہدوی تعلیمات مہدی موعود آخرالزماں کو دوبارہ اپنانے زندہ کرنے کی کوشش کرتے کہ شاید پچھلی ایک صدی سے چھائ ذلت کا ازالہ ہو اور خواص و عوام کو دوبارہ عزت احترام و ادب اللہ تعالیٰ عطا کرے.

حضور نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں خوارجیوں نے ایسا ہنگامہ برپا کیا اور ایسا تاثر پیدا کردیا کہ لگا اب اسلام، اسلام نہ رہا اس طرح اسلام میں شیعہ اور سنی کی تفریق کردی، لیکن تابعین و تبع تابعین نے سر دھڑ کی بازی بازی لگا کر اسلام کو دوبارہ اصلی حالت میں بحال کیا اس کے بدلے میں امام ابو حنیفہؒ امام احمد بن حنبلؒ کو تکلیف اور ازیتیں اُٹھانی پڑی اور آخر کار شہادت پر فائز ہویے. آج وہی دشمنان اسلام دوبارہ طاقت ور ہوچکے ہیں، تقلید بدعت کے نام پر اُن ہستیوں کو بدنام کرکے خود کو ایمان والے ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں. آج اُن کے سامنے دوسرے عقائد مثلاً بریلوی اپنی کمزوری کی وجہ سے شکست خوردہ تسلیم کرچکے ہیں. اب ان بے دینوں کے سامنے صرف مہدویت باقی رہ گئی ہے اور یہاں بھی اُنہوں نے اپنے کارندے پیدا کردیے ہیں.

لہٰذا ضرورت ہے تعلیمات مہدی موعود کو دوبارہ زندہ کرنے کی اور یہ کام صرف عمل اور اوصاف مہدویہ کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے. خالی زبانی جمع خرچ جلسے جلوسوں سے نہیں.

روشنی اور اندھیرا

روشنی پیدا کیے جانے کے کئ اسباب ہیں، انسان آگ جلاکر روشنی کرلیتا ہے، روشنی سورج چاند ستارے کہکشاں سے بھی آتی ہے، انسان تیل سے، گیس سے روشنی پیدا کرلیتا ہے، یہاں تک کہ پانی کے بہاؤ میں بڑے بڑے ٹربائن لگا کر بجلی یا روشنی پیدا کرلیتا ہے، زمین سے نکلنے والی معدنیات جیسے کوئلہ سے آٹم ہائیڈروجن لیتھیم سے بجلی یا روشنی پیدا کرلیتا ہے ہوا میں ونڈمل لگا کر اور سولار پینل کے ذریعے روشنی بجلی پیدا کرلیتا ہے.

لیکن کیا کسی انسان نے اندھیرا پیدا کیا ہے؟ یا انسان اندھیرا پیدا کرنے پر قادر ہے؟ سوایے اللہ تعالٰی کے کسی مخلوق کو اندھیرا پیدا کرنے کی قدرت نہیں، جو انسان روشنی بجلی اور مختلف ذرایون سے روشنی پیدا کرنے پر فخر محسوس کرتا اور اِتراتا ہے وہ اندھیرے پیدا کرکے دکھایے. ہزاروں سالوں سے انسان اندھیرے نہیں پیدا کرسکا تو انسان کے ہونے اور اللہ تعالٰی کی اطاعت کے بجایے سرکشی میں گھمنڈ کیسا؟ معلوم ہوا روشنی جو اللہ کی مخلوق ہے مخلوقات کو توانائی دینے کے لیے پیدا کی گئ ہے اور اندھیروں کا بھی خالق اللہ ہے. فضائے بسیط یعنی خلا اندھیری ہے جس میں روشنیاں تیر رہی ہیں.

حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالٰی کو رات یعنی اندھیرے میں تلاش کرنے کی کوشش کی، حضرت موسیٰؑ کو رات کے اندھیرے میں کوہِ طور پر اللہ تعالٰی نے کلام کیا اور توریت تختیوں کی شکل میں دی، حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پر اُٹھا لیے جانے کے تین دن بعد اپنی حواریوں سے مجسم ملنے رات میں آیے تھے، حضور خاتم الانبیاء نبی کریم ﷺ کو پہلی وحی غار حرا میں رات میں دی گئ، قرآن لیلۃالقدر کی رات میں اُتارا گیا، حضور ﷺ سے اللہ تعالٰی کی ملاقات معراج میں رات کے آخری حصے میں ہوئ، نماز تہجد حضورؐ پر رات کے دوسرے پہر میں فرض ہوئ،شب برات میں مومنین کی ارواح اپنے قرابت داروں رشتہ داروں سے ملنے رات میں آتی ہیں.
بہر کیف قربت خداوندی اور معرفت الٰہی کا ضرور کوئ تعلق رات اور اندھیرے سے ہے یہی بات ہے اللہ تعالٰی نے کسی مخلوق کو اندھیرے پر قابو نہیں دیا.

پرابلم آف پلنٹی

کسی چیز کی زیادتی یا بہتات مسائل پیدا کردیتی ہے۔ اور ایک پرانی انگریزی کہاوت بھی ہے Too many cooks spoils the broth معنی بہت سارے خانساماں/پکاتی مل کر شوربہ خراب کردیتے ہیں۔ یہ بات ہر جگہ دیکھنے میں آرہی ہے اسلام میں بھی عالموں مفتیوں کی بہتات ہے اس لیے ہر کوئی یو ٹیوب فیس بک واٹس اپ پر دھڑا دھڑ بیان اور نصیحتیں کرتا نظر آتا ہے۔ مگر قریب سے دیکھو تو اس سے بڑا بے عمل بد بخت ڈرامے باز کوئی نہیں ہوتا اور یہ سب کچھ ہورہا ہے نام نمود شہرت عزت دولت اور متاع دنیا کو حاصل کرنے کے لیے یعنی کھلے عام دین کے نام پر دین کا کاروبار ہورہا ہے۔ اور کسی کو سوال کرنے کی اجازت نہیں کیوں کہ جو میں نے کیا وہی دین ہے۔ کھلے عام شریعت کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اللہ کی نافرمانی انبیاء مرسلین صحابہ رض کی تضحیک کی جارہی ہے علم اور خود نمائی کے نام پر اُمت رسول کو بھیڑ بکری سمجھکر ہانکا جا رہا ہے اپنے ادب و احترام اور نمایش کے لئے۔ عالم کہلانے والوں کی بہتات تو ہے اور طُرہ یہ کہ چند قرآنی آیات اور احادیث فارورڈ کرنے والے بھی خود کو عالموں کی صف میں شامل سمجھ رہے ہیں۔ عالم کا مطلب کتابیں پڑھ لینا معلومات حاصل کرلینا نہیں ہے بلکہ عمل کرنا ہے، یہ وصف اولیایے کاملین کا ہے جو پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت اطاعت کیا کرتے علم بھی حاصل کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے اصلاح کرتے اور اعمال صالحہ پر راغب کرتے تھے۔ آج عالم ہونا دوسروں پر دھونس جمانے کے لئے ہے عمل کرنے کے لئے نہیں،یہی بات حدیث میں کہی گئی ہے کہ "آخر زمانے میں علم اُٹھا لیا جائیگا اور لوگ جاہلوں سے مسائل پوچھیں گے" اس کا مطلب ہے علمائے حق اُٹھا لیے جائیں۔ آج ہمارے سامنے وہ دور ہے۔

انا و غرور

انا و غرور جب عام انسان میں پیدا ہوجایے تو انسان کو گناہ معاصی اللہ اور رسول ؐ کی حکم عدولی بدکاری بے حیائی شر و فساد انتشار میں مبتلاء کردیتے ہیں۔ لیکن جب یہی انا و غرور کسی عالم میں پیدا ہوجایے تو بندوں اور قوم کو کفر گناہ معاصی اللہ اور اس کے رسول ؐ کی حکم عدولی میں مبتلا کردیتے ہیں۔ عالم یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ جو کہہ رہا ہے وہی صحیح اور حق ہے وہ جو کررہا اور کہہ رہا ہے اللہ کے احکام ہیں جبکہ اس میں اللہ کی مرضی کے بجایے عالم کی انا شامل ہوتی ہے جو اسے مغرور و متکبر بنا دیتی ہے۔ لہذا جب کسی عالم میں عمل اور اخلاص کے بجائے خود نمائ شہرت کی طلب اور بندوں کو اپنی اطاعت پر اکھٹا کرتے ہویے دیکھا جایے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس عالم میں انا و غرور غلبہ پاچکے ہیں ایسے عالم پیر فقیر سے دوری اختیار کرنا ایمان کا تقاضہ ہے۔

ابلیس شیطان ملعون کہلایے جانے سے پہلے عزازیل تھا جو فرشتوں کے ایک ایسے قبیلے سے تھا جنہیں جن کہا جاتا تھا جنہیں زمین پر بود و باش کے لئے تصرف دیا گیا تھا۔ عزازیل عبادت اور علم میں کمال کے ایسے درجے پر پہنچ گیا کہ فرشتے اس پر رشک کیا کرتے تھے، لیکن اللہ تعالی جو دلوں کے بھید جانتا ہے اسے معلوم تھا کہ اس کے دل میں انا و غرور ہے لہذا آدم کی تخلیق کرکے اللہ تعالی نے فرشتوں میں اس کے بھرم انا و غرور کو خاک میں ملادیا اور لعنتی قرار دیا۔ اس کے بعد اولاد آدم کو بھی زمین پر اتارا گیا اور زمین کی تاثیر سے ظاہر ہے کہ انسان میں بھی مشرک کافر تو ہوتے ہی ہیں لیکن اللہ کے ماننے والوں اور مخلص عالموں کے درمیان متکبر و مغرور انا میں مبتلاء عالم بھی ہوتے ہیں جو اپنی انا کی تسکین کے لیے اللہ کے بندوں کا ایمان بگاڑ دیتے ہیں۔ ان کو پہچان کر ان سے کنارہ کرنا ایمان کا تقاضہ ہے۔ جس طرح ابلیس اپنے ہرکارے دنیا میں پھیلایے رکھتا ہے خدا کے بندوں کو بہکانے کے لیے اسی طرح مغرور و متکبر عالم اپنے ہرکارے لوگوں کے درمیان چھوڑ دیتے ہیں تاکہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری نہ کرنے والوں کو شریروں کے ذریعہ زدو کوب کیا جائے ڈرایا دھمکایا جایے۔

حجاب

خدا اور بندے کے درمیان حجاب خود بندہ ہے۔ اللہ تعالی سورہ حدید میں فرماتا ہے **وھو معکم این ما کنتم** تم جہاں کہیں ہو وہ(اللہ تعالی)تمہارے ساتھ ہے قرآن کا یہ صاف اور واضح پیغام ہے۔ اس کے معنی یہ بھی لیے جاسکتے ہیں کہ زمین آسمان خلایے بسیط عرش فرش جہاں بھی بندہ ہوگا اللہ تعالی اس کے ساتھ ہے، کسی درمیانی تعلق یا واسطے کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالی اور بندے کے درمیان جو بھی ظاہری و باطنی حجاب ہے وہ وہ شرک کے مترادف ہے کیونکہ جب اللہ تعالی کہہ رہا ہے کہ میں ہر جگہ تمہارے ساتھ ہوں تو کیوں کیسے کس طرح کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی ، وہ کہہ رہا ہے ساتھ ہے تو بس ساتھ ہے، یہی بات حدیث جبریل میں بیان ہوئ ہے کہ " یا مجھے دیکھو یا اتنا خیال رکھو کہ میں دیکھ رہا ہوں" ایمان کا تقاضہ تو یہ ہے کہ احسان کی تعلیم حاصل کرکے جو خلیفۃاللہ مہدئ موعود نے دی ہے اعلیت کے مقام پر حجابات دور کرکے اسے ہر جگہ دنیا میں زمین پر آسمان پر اسے دیکھا جایے، اگر اتنی قابلیت ہم میں نہیں تو رخصت اختیار کرکے اس کی موجودگی کو محسوس کیا جایے اس کے کلام کی بنیاد پر کہ " تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے"۔ باوجود اس کے ہم کسی ظاہری اسباب شیے یا انسان کو درمیانی ذریعہ یا واسطہ سمجھتے ہیں تو یہ قرآن کے اس حکم کی صریحاً اندیکھی بلکہ اللہ تعالی کی حکم عدولی کے مرتکب ہونا ہے جو گناہ ہے۔

انسان گناہ معاصی بے حیائی بدکاری کے اعمال کو جلد سمجھ بھی لیتا ہے اور اختیار بھی کر لیتا ہے کیونکہ اس میں اس کی عیاشی اور خود غرضی کا پہلو ہوتا ہے مگر سمجھ نہیں آتا ہے تو بس ابدی راحت کے ذرائع تلاش کرنا اور ان پر عمل کرنا۔

حق کی شہادت ایمان کی بنیاد پر ہوتی ہے علم کی نہیں

میراں سید محمد مہدی موعود آخرالزماں تیرہ برس تک جونپور سے سفر حج سے پہلے ڈھابول بندر تک اصلاح و تبلیغ فرماتے رہے آثار و شواہد مہدیؑ ظاہر ہوچکے تھے لیکن اپؑ نے دعویٰ نہیں کیا، اس وقت آپؑ کے ساتھ 360 مہاجر فقرا کا ہونا بیان ہوا ہے. جب آپؑ نے مکہ مکرمہ میں دعویٰ مہدی کیا اور واپس ہند گجرات آیے تو مہاجر فقرا کی تعداد 2200 بتائیؑ گیٔ ہے ان میں 900 بیوی بچوں والے 1300 دوسرے لوگ تھے. اس طرح دعویٰ مہدی کے بعد مصدقوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا، یعنی لوگوں کو آپؑ میں آثار مہدی نظر آگیے تھے لیکن جب آپؑ نے دعویٰ کیا تو لوگ گروہ در گروہ تصدیق کرکے شامل ہونے لگے. بعد ملاؒ عبدالقادر بدایونی نے آپ کی تصدیق کرنے والوں کی تعداد " لا تعدو ولا تحصی" لکھی ہے یعنی بے شمار.

سوال یہ ہے کہ دعویٰ مہدی سے پہلے مہاجرین فقراء نے ایسا کیا دیکھا اور محسوس کیا کہ گھر بار چھوڑ کر راستے کی صعوبتیں تکلیفیں برداشت کی اور فقر و فاقہ اختیار کرکے آپؑ کے ہمراہ ہوگیے. کچھ تو بات رہی ہوگی جو اُن مہاجر صحابہؓ نے دیکھی اور محسوس کی ہوگی. اور دعویٰ کے بعد لاتعداد بے شمار لوگوں کا تصدیق مہدی سے مشرف ہونا احادیث کا ثابت ہونا بتاتا ہے کہ "مہدی کو لوگ پہچان لیں گے اور اُن کی بیت کریں گے"

مگر آج دین کا سارا دار و مدار علم کو سمجھ لیا گیا ہے عمل اوصاف حق اور ایمان کو نہیں. یہی فرق ہوتا ہے اللہ کے نبی رسول خلیفوں کی تعلیم و تدریس میں اور انسانوں کی سوچ سمجھ اور عقل میں. جس میں عمل نہ ہو وہ علم جھوٹا ہے.

خود فریبی

ہم میں سے ہر کوئی خود فریبی میں مبتلاء ہے، سمجھتا ہے کہ نماز پڑھ لینے روزے رکھ لینے زکواۃ دے دینے سے ہمارے گناہ بخش دیے جائیں گے. نماز روزہ زکوۃ حج فرائض ہیں، اللہ تعالی نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا دوسری مخلوق پر شرف و عزت عطا کی عقل اور سمجھ دی دنیا میں ترقی و عزت کے مواقع دیے اس کا شکرانا یہ فرائض ہیں. جبکہ ہمارے وہ اعمال و اوصافِ قبیح جو ہم کبھی جان کر کبھی انجانے میں کرتے ہیں اُن کا حساب بروز محشر دینا ہوگا، اُن کا فرائض کی ادائیگی سے لینا دینا نہیں ہے. ہم لوگوں سے زیادتی کرتے ہیں دھوکہ فریب کرتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں کاروبار میں بے ایمانی کرتے ہیں اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کرتے حق ناحق میں حلال حرام میں تمیز نہیں کرتے لوگوں کا مال غضب کرجاتے ہیں لوگوں کو حقیر خود کو اعلی سمجھ کر برتاؤ کرتے ہیں لوگوں کے دل جان بوجھ کر دکھاتے ہیں جائز و ناجائز میں تمیز نہیں کرتے بدی اور گناہ کرتے وقت خوف خدا نہیں ہوتا اسی طرح کے بے شمار گناہ کر گزرتے ہوئے ہمیں احساس نہیں ہوتا کہ ان سب کا جواب دینا ہے. ان سب کوتاہیوں کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں مومن ہیں مہدوی عالم ہیں فاضل ہیں پیر فقیر رہبر رہنما ہیں سید ہیں فلاں ہیں تھوڑی بہت سزا دے کر اللہ معاف کرکے جنت بھیج دیگا. احادیث میں ہے کہ سب کم اور ادنی گناہ کی سزا یہ ہے کہ گنہگار کے پاؤں میں جہنم میں آگ کی ایسی جوتیاں پہنائ جائیں گی کہ جس کی گرمی سے دماغ کھول کر پگھل جائے گا. تو اندازہ لگانا چاہیے کہ ان گنت گناہ صغیرہ و گناہ کبیرہ کا عذاب کتنا بھیانک ہوگا. اس لیے کسی خوش فہمی یا خود فریبی میں مبتلاء ہونے کے بجائے اپنا محاسبہ خود کرکے دیکھ لیں. فرائض کے علاوہ اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کے ذرائع تلاش کریں، ممکن ہے اس طرح خلوص کے ساتھ کی جانے والی کوشش شائد اللہ تعالی معبود برحق کی رحمت کا سبب بن جایے.

میں

میں نے قہر و جبر والے بادشاہوں حاکموں کو ذلیل و رسوا کیا، دولتمندوں کو برباد کیا، عالموں کو ذلیل و رسوا کیا، قوموں اور وطنوں کو برباد کیا، عابدوں زاہدوں کو ذلیل و رسوا کیا، اس کے باوجود انسان " میں" کہنے سے باز نہیں آتا یہ کیسا معمہ ہے؟ دراصل جب "میں" انسان کے دل و دماغ پر قابض ہوتا ہے تو اسے ہر چیز میں نفرت اور حقارت پیدا کرتا ہے اور نفرت دوسرے انسانوں سے ترقی کرتی ہوئی اس کی اپنی تخلیق پر غالب آجاتی اس طرح انسان خالق سے بھی بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے. جس ائینے میں انسان خود کا عکس دیکھ رہا ہے اور اپنی خوبصورتی اور قابلیت پر اترارہا ہے تھوڑی دیر کے لیے یہ سوچ لے کہ جس آئینے میں میں اتنا خوبصورت نظر آرہا ہوں اُس آئینے کا خالق کتنا باکمال ہے تو انسان کو اپنی خوبصورتی اور کمال کا اندازہ ہوجائے گا کہ آئنہ بنانے والے نے اتنا خوبصورت آینہ نہ بنایا ہوتا تو "میں" اتنا خوبصورت نظر نہ آیا ہوتا. انسان باوجود خوبصورتی کمال طاقت دولت علم ہنر عبادت ریاضت کے مرنے کے بعد محض صرف ایک سڑے ہوئے بدبودار گوشت کا ڈھیر ہوتا جس پر مکھیاں کیڑے مکوڑے رینگتے رہتے ہیں، ایسی حالت میں اس کے رشتہ دار ماتحت نوکر چاکر رعایا اس کا ادب و لحاظ کرنے والے بھی جلد از جلد دفن کرنا یا جلانا چاہتے ہیں تاکہ بدبو اور سڑانڈ سے ان کے اندر نفرت اور حقارت نہ پیدا ہو جائے. تو ایسے " میں" کا کیا فائدہ. میں اُس کو لائق اور سزاوار ہے جس نے ایک ذرّے کو بھی پیدا کیا پہاڑوں سمندروں کو سورج چاند ستاروں اور کہکشاں پیدا کیے. بجائے اس کے ناشکرا انسان حکومت دولت حاصل ہونے پر میں، خوبصورتی طاقت عزت حاصل ہونے پر میں، علم اور عقل حاصل ہونے پر میں، لوگوں میں ادب و احترام حاصل ہونے پر میں، بلکہ کئ لوگ خود کو خدا سمجھنے لگتے ہیں اور جو ایسا نہیں سمجھتے وہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ میرے بغیر خدا تک رسائی ممکن نہیں. ایک کا " میں" ظاہری ہے دوسرے کا " میں" باطنی یعنی چھپا ہوا ہے. انسان دوسروں کی حقارت سے پہلے اپنی حقارت پر غور کرلے تو شاید بندہ بنے رہنا اس کی کامیابی اور بھلائی کا سبب ہو سکتا ہے.

اللہ کا عتاب

حادثاتی طور پر یا بہ حالتِ مجبوری نماز چھوٹ گئی الگ بات ہے، لیکن! کاہلی سستی سے اور جان بوجھ کر نماز کا چھوٹنا بھی اللہ کا عتاب ہے. دنیا میں کروڑوں انسان ہوئے مرگیے جو آج ہیں مرجاییٔں گے جو نماز نہیں پڑھتے وہ اللہ کے عتاب کا شکار ہیں ، اس معاملہ میں مشرک و کافر کی بات سے قطع نظر یہ یقینی ہے کہ وہ جو خود کو مسلمان یا ایمان والے سمجھتے ہیں وہ بھی اللہ کے عتاب کا شکار ہیں. اس کی مثل یوں ہے کہ کروڑوں انسان بادشاہ کی رعایا ہوتے ہیں، مگر ! بادشاہ سے نزدیکی اور قربت چند لوگوں کو میسر ہوتی ہے، باقی لوگ یا تو بادشاہ کی حقیقی رعایا کے مددگار و خدمت گار ہوتے ہیں جو بادشاہ کے قریب ہونا تو درکنار کبھی بادشاہ کی ایک جھلک بھی دیکھ نہیں پاتے اور بادشاہ جن کو قریب سمجھتا ہے انہیں اعزازات نوازشات مقام مرتبہ سرخروئی سے نوازتا رہتا ہے. صرف بادشاہ کی قربت میں رہنے والے جانتے ہیں کہ بادشاہ کی رہائش اور اس کے دربار کی شان و شوکت کیا ہے ادب لحاظ مراتب کیا ہیں، جو بادشاہ کا مخصوص ہوگیا اسے وہ تمام مراعات اور عطاؤں کا علم قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے جو کبھی اس کے دربار میں گیا ہی نہیں وہ نِرا مزدور اور گدھے کے مانند ہے کہ صرف بے گار محنت کش کے سوا کچھ اور نہیں وہ جانتا ہی نہیں کہ بادشاہ کی قربت کی لذتیں اور نعمتیں کیا ہیں. جس طرح بے گار مزدر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اسی طرح بے نمازی کی نہ دنیا میں نہ عقبیٰ میں کویٔ حیثیت نہیں وہ ایک عام حیوان کی طرح پیدا ہوتا ہے اُسی طرح مرجاتا ہے. ایسے انسانوں پر اللہ کا عتاب یہ ہے کہ دنیا میں مزدوری دے دی عقبیٰ کی راحت اور ہمیشگی کا انعام نہیں.

زُعم

زُعم تکبر کی علامت ہے۔ لوگ کئی طرح کے زُعم میں مبتلاء ہوتے ہیں، میرے جیسا بولنے والا نہیں، میرے جیسا لکھنے والا نہیں، میری جیسی عبادت کرنے والا نہیں، میرے جیسی سمجھ والا نہیں، میرے جیسا خوبصورت نہیں، میرے جیسا علم والا نہیں، میرے جیسے شرف و عزت والا نہیں میرے جیسے مقام و مرتبہ والا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ یہ زُعم اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو نسلوں میں منتقل ہوتا رہتا کہ میری اولاد جیسا کوئی نہیں میرے باپ دادا جیسا کوئی نہیں، یہی زُعم آگے چل کر انا و غرور بن جاتا ہے، اس مقام پر پہنچ کر انسان پر اُس کا نفس غالب آجاتا ہے، نفس یعنی شیطان کہ جسے انسانی جسم میں خون کی طرح بہنے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی انسان کے شرف کو آزمایے جانے کے لئے۔

اللہ تعالیٰ نے نبیوں رسولوں کو بھیجا صالح لوگوں کو دنیا میں پیدا فرمایا تاکہ ہر انسان کو دوئی کا احساس رہے یعنی میرے جیسا یا مجھ سے بہتر کوئی اور بھی ہے تاکہ ہر انسان ایک دوسرے سے اپنی مطابقت اور تجزیہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے واحد اور قدرت والا ہونے کا اسے احساس رہے اور انسان ذات احدیت کی حدوں کو نہ پھلانگے کہ میں ہوں اور صرف اللہ ہے دنیاوی شرک شرک صغیرہ ہے بندے کا یہ سمجھنا کہ میں اور صرف اللہ شرک کبیرہ ہے، اسی روش نے عزازیل کو ابلیس اور لعنتی بنا دیا یہ شرک سے بڑا گناہ ہے۔ اسی لیے دنیا میں دوئی کی تعلیم دی گئی ہے، عورت مرد، نبی اُمتی، نر اور مادہ، پیر مرید، قبلہ خطب، رات دن، اندھیرا اُجالا زمین آسمان، یہ سب دوئی کے اوصاف ہیں اگر دوئی نہیں ہے تو ذات واحد و لاشریک میں، اسی لیے ہم خدا کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ نبی رسول کے بغیر اُمت نہیں، پیر کے بغیر مرید نہیں، مرید کے بغیر پیر نہیں، استاد کے بغیر شاگرد نہیں، شاگر کے بغیر استاد نہیں۔ جو کوئی مخلوق یا شیے مذکر مونث کے بغیر نہیں وہ مخنث ہے۔

خودی اور خود داری

خودی ایک ایسا وصف ہے جو " میں" سے معروف ہے اور " میں" خالق سے مخصوص ہے. جبکہ خود داری مخلوق کے لیے ہے،جو عزت غیرت نفس اور رکھ رکھاؤ کو کہتے ہیں کہ انسان اپنا ایک وقار اور طریقہ اختیار کرلے. خودی مشروط ہے خود داری غیر مشروط. مگر ہوتا ہے لا علمی نا سمجھی یا ارادتاً کچھ لوگ خودی اور خود داری کو خلط ملط کردیتے ہیں، جو شرک کی ایک صِفَت یا قسم کہی جاسکتی ہے.

خود داری انسان اپنا سکتا ہے جو کہ مخلوق کا وصف ہے خودی نہیں، مگر ہوتا یہ ہے کہ انسان خود دار ہونے کے بجائے خودی کو اختیار کرلیتا ہے اور یہیں نفس اپنا کام کرجاتا ہے اور انسان کو خدا بننے کی ترغیب دیتا ہے.

انسان حاکم بنے عالم بنے زاہد بنے متقی بنے پرہیزگار بنے لوگوں کو اس کی اس خود داری پر اعتراض نہیں اور نہ معبود برحق خدا کو، لیکن! جب خودی اختیار کرکے خدا بننے کی کوشش کریگا تو لوگوں کو اعتراض تو ہوگا ہی لیکن خدائی قانون اسے گناہِ کبیرہ قرار دیتا ہے اور اس کوشش کا انجام دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں جہنم کے سوا کچھ نہیں ہے.

دنیا میں لوگ خود داری کو نہیں خودی کو فوقیت دیتے ہیں کیونکہ خودی میں غرور و تکبر انا اور میں کا عنصر ہے اس میں وقتی طور پر بڑی لذت اور سکون ہوتا ہے بھلے بعد میں اس میں ذلت و رسوائی ہوجایے. مسلمانوں میں اس کیفیت کی صفات کا رجحان تیسری صدی ہجری سے شروع ہوا اور آج یہ اپنی انتہا پر ہے،کہ میں نے جو کہا جو لکھا جو بولا اور جس پر عمل کرتا ہوں وہی صحیح ہے، اور اپنی بات پر اس قدر اَڑجاتے ہیں کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلتا کہ کب و کفر کی ذلالت میں گرفتار ہوگیے، اور اپنی بات منوانے کے لیے جاہلوں اور لا علموں کا گروہ پیدا کرتے ہیں تاکہ وہ اُن کی ناحق اور غیر شرعی و غیر اخلاقی باتوں کا دفاع کرنے کے لیے کوئی بھی جہالت اور غیر اخلاقی طریقہ اپنا کر اُن کا دفاع کریں. گروہ مہدویہ میں آج ایسا ہی کچھ کیا اور کرایا جارہا ہے.

معرفت الٰہی

معرفت الٰہی کے معنی شناخت پہچان خدا شناسی ہیں. لیکن اسکے حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور وحدانیت کا علم ہے جو قرآن سے حاصل ہوتا ہے اس کے بعد کچھ چنیدہ چنیدہ احادیث میں اشارۃً کنایۃً بیان ہوا ہے اور علمائے حق اور اولیائے کاملین نے اس کے حصول کے ذرائع بتائے ہیں، لیکن مہدیٔ موعود خلیفۃاللہ کی تعلیمات فرائض ولایت مقیدہ مخصوصہ میں اس کا باضابطہ طریقہ اور تربیت کے اُصول بتائے گیے ہیں.

معرفت الٰہی کا حصول بہت ساری ضخیم کتابیں پڑھنے سے بہت سارا علم حاصل کرلینے سے بہت ساری عبادت ریاضت کرلینے سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کے حصول کا دار و مدار اخلاص عمل اور نیت پر ہے. اس کے لیے مفسر محدث اُفضل العلماء یا مجتھد ہونا ضروری نہیں. حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے پوچھا ایسا کونسا عمل کرتے ہو کہ معراج کی رات میں نے آسمانوں میں تمہارے کھڑاؤں کی آواز سنی. ایسے ہی مکالمات میں معروفت الٰہی کی باتیں پوشیدہ ہیں.

کسی بے علم بندے کا اخلاص نیت سے کیا گیا عمل معرفت الٰہی کے حصول کا سبب بن سکتا ہے جبکہ بہت بڑے عالم فاضل بہت زیادہ کتابیں پڑھنے یا مطالعہ کرنے والے کو اس کا رمق برابر بھی نہیں مل سکتا اگر اس میں خلوص نیت نہ ہو.

حکایت ہے کہ ایک بے وقعت سا چرواہا اپنے آپ کہے جارہا تھا کہ "اے اللہ میں نے موسیٰؑ سے سنا کہ تیرے بیوی بچے نہیں ہیں تو واحد ہے ایسا ہے تو تیرا کھانا کون بناتا ہوگا تیرے کپڑے میلے ہوگیے ہونگے کون دھوتا ہوگا تیرے بال کون بناتا ہوگا تجھے کون نہلاتا ہوگا، حضرت موسیٰؑ نے اس لڑکے سے ایسی باتیں سنیں تو اُسے ڈانٹ دیا تو یہ کیا بکواس کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کو ان سب کی حاجت نہیں، وہ لڑکا ڈر کر سہم گیا وہ جانتا تھا کہ موسیٰ جلالی پیغمبر تھے "

بہت دنوں تک اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کلام نہ کیا تو آپؑ نے اللہ سے گزارش کی کہ کیا غلطی مجھ سے ہوئی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا کہ تو نے میرے ایک دوست کا دل دکھایا ہے، اور اس چرواہے کی باتیں یاد دلایں کہ وہ میرے بارے کچھ نہیں جانتا باوجود اس کے دل میں میری محبت تھی.

روح اور جسم

روح اور جسم دو الگ کیفیتیں ہیں، جیسے مشین اور بجلی بغیر بجلی کے مشین نہیں چلتی اور بجلی مشین کے بغیر بے سود ہے۔ جسم کا کام روح کو توانائی فراہم کرنا ہے غذائیت کے ذریعہ اور تحریک و عمل کرنا ہے، دل و دماغ ایسے آلات ہیں جس کے ذریعے روح تمام اعمال حرکات اور اُمور جسم سے کرواتی ہے۔ احادیث سے اور بزرگوں کے احوال و تجربات سے ثابت ہے کہ عذاب جسم کو نہیں روح کو ہوگا۔ ہم جو عبادات و ریاضیات کرتے ہیں وہ بظاہر حرکات ہیں لیکن دراصل اُن کا تعلق روح سے ہے، طبیت روح کی ایک شئ یا کیفیت کو کہیں گے انسان طبیعت اور ارادہ کے زیر اثر ہوتا ہے۔ انسان کا کھانا پینا عبادت کرنا اچھائی برائ کرنا نیکی بدی کرنا زندگی کی دوسری ضروریات طبیعت اور ارادہ کے زیر اثر ہیں۔ جس طرح جسم کی بالیدگی غذائیت سے ہے روح کی بالیدگی عبادات و اذکار سے ہے، اگر انسان یہ دونوں نہیں اختیار کرتا وہ نفس کے تابع ہوتا ہے نفس انسانی جسم کی رگوں میں شیطان کی روانی کے ذریعہ متحرک ہے،جو انسان سے برائ گناہ کفر اور شرک کرواتا ہے۔ اس طرح انسان روح جسم اور نفس کا مرکب ہے۔ نفس کی تین قسمیں ہیں نفس مطمئنہ بُری باتوں سے پاک نفس، نفس لوامہ گناہ سرزد ہونے کے بعد ملامت کرنے والا نفس نفس اَمّارہ انسانی خواہش اور برائ کی طرف مائل کرنے والا نفس۔

برائی کا اثر

برائی بد کاری منافقی گناہ کا اثر جب دل و دماغ میں گھر کر جاتا ہے تو انسان باوجود کوشش کے اچھائی کو قبول کرنے کے قابل نہیں رہ جاتا.
حکایت ہے کہ حضرت شیخ سعدیؒ ایک مرتبہ بازار سے گزر رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک کنارے لوگوں کی بھیڑ اکھٹا ہے، آپ نے قریب جاکر دیکھا کہ ایک شخص بے ہوش پڑا ہے لوگ اُسے ہوش میں لانے کی ترکیب کر رہے ہیں. آپؒ نے لوگوں سے کہا کہ پرے ہٹ جاؤ میں کوشش کرتا ہوں. لوگ آپؒ سے بخوبی واقف تھے دور ہٹ گیے، آپؒ نے مجمے سے کہا کہ کوئی تھوڑی سی غلاظت اور گندگی لے آیے، کوئ لے آیا، آپؒ نے اُس بے ہوش شخص کو سنگھائ وہ فوراً اُٹھ بیٹھا اور ہشاش بشاش اُٹھ کر چلدیا، لوگ حیران ہوگیے اور پوچھا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے؟ تو حضرت شیخ سعدیؒ نے فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں یہ غلطی سے بازار میں عطر فروشوں کی گلی میں آگیا اسی لیے بے ہوش ہو گیا، کیوں کہ یہ خاکروب ہے یعنی جھاڑنے اور گندگی صاف کرنے والا اور اسے گندگی سونگھنے کی عادت ہوگئ ہے عطاروں کی دوکان سے آنے والی خوشبو سونگھنے کی وجہ سے بے ہوش گیا لھذا میں نے گندگی سنگھائ وہ ہوش میں آگیا.
اس حکایت میں بیان کیفیت کو اگر سمجھ لیں تو آج کے حالات کا ہمیں بخوبی اندازہ ہوجائے گا کہ لوگ برائ گناہ اور منافقی بدچلنی کے عادی ہوچکے ہیں وہ اچھائ قبول کرنے کی سکت نہیں رکھتے، برائ اور ناحق باتوں پر اس طرح اڑ جاتے ہیں کہ اچھائ اور حق میں تمیز نہیں کرتے.

مہدویوں کی خدا طلبی

اَللّٰھُمَّ صَغِّرِ الدُّنْیَا بِاَعْیُنِنَا وَ عَظِّمْ جَلَالَکَ فِی قُلُوبِنَا

یا اللہ بہت چھوٹی اور حقیر کر کے بتا دنیا کو ہماری نظروں میں اور بڑی کر کے بتا تیری بزرگی اور جلال کو ہمارے دلوں میں.

یہ دُعا عربی کے آٹھ الفاظ پر مشتمل ہے جو گروہ مہدویہ میں پڑھی جاتی ہے، ایسی دعا اسلام کے کسی گروہ فرقہ اور جماعت میں نہیں پڑھی جاتی جو مہدویوں کے عظمت خداوندی اور طلب دیدار کے حصول کی نیت کو بیان کرتی ہے ۔ حالانکہ آج اس دُعا کو مہدویوں میں لیلۃالقدر کی دعایے مناجات سے مخصوص کردیا گیا ہے، لیکن! مہدویہ سلف صالحین اور بزرگوں کے لئے یہ دُعا ہر ہمیشہ روزمرہ کی دعاؤں میں شامل تھی. کیونکہ اس سے پہلے کی دُعا کہ ' ہم کو مسکین بنا کہ رکھ اور مسکینوں کے زُمرے میں شامل رکھ' مہدویوں کی دنیا بیزارگی اور حقارت کو صاف بیان کرتے ہوئے اللہ کی عظمت دونوں جہانوں میں اس کی ہر جگہ موجودگی قربت کے احساس اور بردباری کا اقرار کرتے ہوئے عقبیٰ کی ہیشگی کو بیان کرتی ہے جو طلب دیدار کے یقین ہونے کا اعتقاد ہے ۔ چونکہ آج نہ اعمال میں اوصاف میں نہ تربیت میں نہ بیان میں مہدویہ عقائد کی گروہ میں وہ اہمیت نہ رہی جو ہمارے بزرگوں کے پاس تھی اس لیے ایسی باتیں بتانا حقیقی عقائد مہدویہ کو بیان کرنا اب قصہ پارینہ بن گیا ہے. اب ایسی باتیں کہنے والوں کو دقیانوسی یعنی پرانے زمانے کی مخلوق اور آج کے زمانے کے ساتھ نہ چلنے والا سمجھا جاتا ہے. اب زمانہ ظاہرات کا ہے قرآن ناظرہ پڑھ لو احادیث یاد رکھ لو چاہے اُن پر عمل کرو یا نہ کرو ایمان والے یا مہدوی ہونے کی علامت بن گیٔ ہے اور طلب متاع دنیا پوری طرح غالب ہے.

دنیا نے یا سائنس کی اتنی مادّی ترقّی کے بعد لوگوں کےعلم میں یہ بات آی کے یہ کائنات میں کیٔ کہکشاں galaxies ہیں اور کرہ ارض یعنی ہماری اس دنیا کی حیثیت دوسرے ستاروں سیاروں کے سامنے ایک مٹر کے دانے جیسی حقیر ہے. جبکہ قرآن نے اس حقیقت کو چودہ صدیوں پہلے بیان کیا اور مہدویہ بزرگوں نے اسے نہ صرف سمجھا بلکہ طلب دیدار کی جستجو میں دیکھا اور اس حقیقت کو اپنی دُعا میں بیان کیا. یہی بات اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ "جب میں کسی بندے کو پسند کرلیتا ہوں تو میں بندے کے ہاتھ کان اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ محسوس کرتا سنتا اور دیکھتا ہے".

سنا ہے لوگ اُسے آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں
سو اس کے شہر میں کچھ دن ٹھہر کے دیکھتے ہیں

کیا مہدوی اپنی شناخت کھو چکے ہیں؟

نہیں! مہدوی اپنی شناخت نہیں کھویے بلکہ اپنی حقیقت بھلا چکے ہیں. کوئی بھی گروہ فرقہ یا قوم اپنی شناخت جب کھو دیتی ہے جب وہ اپنی حقیقت بھلادیتی ہے، اس لحاظ سے پچاس برس پہلے کی بہ نسبت مہدویوں کی شناخت آج زیادہ ہے، آج سے پہلے مہدیوں کو لوگ بہت کم جانتے پہچانتے تھے کوئی دایرے والے کہتا کوئی میاں لوگ کہتا کوئی کہتا مہدی کو ماننے والے کوئی کچھ کوئی کچھ، لیکن آج دوسرے فرقوں کے پاس مہدویوں کا ایک تشخص ہے اور واضح پہچان ہے کہ سید محمد جونپوری کو مہدی موعود آخرالزماں ماننے والے. آج سے کچھ برس پہلے دائروں سے باہر شہروں میں آنے والے مہدویوں میں احساس کمتری ہوا کرتا تھا اس لیے خود کو مہدوی کہنے میں جھجھکتے تھے اس کی ایک وجہ مہدیوں کو صرف یہ سمجھادیا جاتا تم مہدوی ہو اس سے زیادہ جاننے کی تم کو ضرورت نہیں مہدویہ تعلیمات تو کجا اسلامی تعلیمات تک بھی رسائی نہیں ہوتی تھی کہ تو کاسب ہے تجھے کیا ضرورت ہے یہ سب جاننے کی؟ ہم ہیں نا! اور عام مہدویوں کو جب پتہ چلا کہ مہدویوں کے پاس " ہم ہیں نا " کا خا نہ خالی رہ گیا ہے، جو کچھ مہدویت کی ساکھ اور اساس باقی تھی وہ سو سال پہلے کے بزرگوں کے اوصاف و اعمال تھے.

آج مہدویوں کے پاس اپنی شناخت تو ہے مگر اپنی حقیقت کو بھلا چکے ہیں نہ وہ اوصاف و اعمال اور کردار ہیں جو مہدویوں کا طرہ امتیاز ہوا کرتا تھا بلکہ اب مہدویوں میں غیر مہدویہ گروہوں اور بے دین بدعقیدہ جماعتوں کے طور طریقوں کو اپنانے کی ہوڑ لگی ہے یہ عوام کی حالت ہے مگر جن کے ذمہ مہدویت کی آبرو ہے وہ خود مہدویت کو ان بے دین جماعتوں کی صفوں میں کھڑا کرنے کے لیے جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں. اب مقابلہ کاسبوں کی تربیت اور اصلاح کا نہیں رہ گیا بلکہ کون مفتی افضل العلماء بن کے آیا ہے، ان کی مسجد کی سجاوٹ سے زیادہ میری مسجد کی سجاوٹ ہونی چاہیے اس بیان سے زیادہ میرے بیان کی سجاوٹ اور رونق ہونی چاہیے. ساری توجہ ظاہر سنوارنے میں ہے

مہدویہ روایات بتاتی ہیں کہ ہمارے بزرگوں کے پاس تن ڈھنکنے کے لئے کپڑے نہیں تھے سر پر پگڑی کی جگہ رسی باندھ لی کئی کئی دونوں کے فاقے ہوا کرتے تھے قربت خداوندی طلب خداوندی کی ایسی مثال پیش کی دنیا نے سمجھا " ملی اعلی کے فرشتے تھے جنہیں زمین کی طہارت کے لیے بھیجا گیا تھا.

ہم ہیں نا !

مہدویہ تعلیمات اعمال اوصاف اور کردار کا چار صدیوں تک بول بالا رہا. پچھلے ایک سو برسوں میں جب بے دین بدعقیدہ جماعتیں اپنے پاؤں پسار رہی تھی ایسے وقت جب مہدویت جیسی باوصف و با کردار طریقے کی اسلام کو ضرورت تھی مہدوی معاشرے کے اندر ایسی منفی سوچ والے لوگ ظاہر ہوگیے جنہیں اسلام یا مہدویت سے سروکار نہیں تھا انہیں بس عوام کو اپنے قابو میں کیے رکھنے کے علاوہ کوئی اور مشغلہ تھا ہی نہیں. انہوں نے اپنے ادب احترام اور لحاظ کا غلط فائدہ اُٹھاتے ہوئے عام لوگوں کو دینی تعلیم سے تو دور کردیا مہدویہ تعلیمات سے بھی واقف نہیں کرایا بلکہ ہر معاملے میں " ہم ہیں نا " کا خوف ہراس طاری کردیا اور خود اپنی اولادوں کو ظاہری تعلیم سے بے بہرہ کرکے سمجھ لیا کہ دینی تعلیم ایک برانڈ ہے ایک ہی کمپنی میں چلتی رہے گی. مگر مشکل تب پیش آئ جب بے دین جماعتوں نے جاہل بدبخت لوگوں کو چند آیات سکھا کر چند احادیث رٹا کر ایمان والے بنا کر پیش کر دیا، عام مہدوی ٹپٹا گیے کیونکہ انہیں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی علم نہیں تھا، انہوں نے بھی سمجھ لیا کہ وہی دین ہے اور منافقت اختیار کرنے لگے. جب دیکھا بات ان کے قبضے سے نکل گئ ہے تو سارا دل کا غبار قوم کی اصلاح اور دور اندیشی کے خیال رکھنے والوں پر نکالنا شروع کردیا.

اللہ تعالی اپنے دین کا آپ ناصر ہے جب یہودی مغرور و متکبر ہوئے تو عیسائیوں کو رہبری کے لیے منتخب کیا، جب عیسائی شرک و بت پرستی کا شکار ہویے تو اسلام کو دین حنیف پسند فرمایا جب اسلام میں رسم و بدعت پیدا ہوئ تو مہدویت کا انتخاب کیا. چونکہ حضور ﷺ کے بعد نبوت رسالت کا خاتمہ ہوگیا اور مبشر رسول ﷺ مہدی موعود بھی آکر چلے گئے اب مہدویوں کے غرور و تکبر کا علاج ضروری تھا سو اللہ جل جلالہ نے بے دین بدعقیدہ جماعتوں کو لاکر کھڑا کردیا دیکھتے ہی دیکھتے قوم و ملت کو قابو میں رکھنے والوں کے طوطے اُڑگیے.

خالق اللہ تعالی جو دلوں کے بھید جانتا ہے کیا وہ نہیں جانتا کس کے دل میں کیا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ اس نے " کن فیکون" کہا اور عرش قائم ہوگیا

ابھی یہ کائنات نا تمام ہے شاید
فلک سے آرہی ہے صدایے کن فیکون

فطرت اور خصلت

فطرت ضمیر خلقت پیدائشی خصائل کو کہتے، حدیث میں ہے کہ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے ماں باپ اسے یہودی نصاری اور مشرک بنا دیتے ہیں. خصلت وہ عادتیں ہوتی ہیں جو انسان اپنے ماحول معاشرے سے سیکھتا ہے. اس کی بہترین مثال دیوبندیوں کی ایجاد کردہ تبلیغی جماعت ہے، اس کے بانیوں نے مسلمانوں کو دین سے بدعقیدہ کرنے کے لیے ان کے خصائل کو استعمال کیا اور بات منوانے کے لیے ان کی اپنی فطرت کو. تبلیغیوں میں دین و ایمان کا درجہ رکھنے والی کتاب فضائل اعمال جو وہ قرآن سے زیادہ صبح شام ہر موقع پر پڑھتے ہیں، انہیں اس جماعت کے بانیوں جیسے محمد الیاس، رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی اور ان کے بھی استادوں کے ذاتی خیالات پر لکھی گئی کتابیں پہلے پڑھنا چاہیے. اندازہ ہوگا کہ ان سبھی نے اپنی فطرت کو مسلمانوں کی خصلت بنانے میں کیسے کردار ادا کیا کہ جس میں خدا کی تضحیک رسول کی تضحیک اولیاء کاملین کی تضحیک کھلے عام کی ہے اور اس کے لے اس زمانے میں معروف اور مشہور مہدویہ طریقے اور تعلیم کو اپنایا تاکہ لوگ صحیح اندازہ نہ کرپایئں کیونکہ اس وقت مہدویہ تعلیمات اور طریقے اعمال اوصاف کی دھوم تھی. مسلمانوں کو ایمان اور معرفت الٰہی کے راستے سے ہٹانے بلکہ مہدیت سے بد ظن کرنے کا طریقہ اپنایا. اور اُن کو مدد ملی مہدویوں کی بد عملی دین سے بے رغبتی اور سب سے بڑھ کر آپسی خاندانی برتری کی چپقلپس سے. کیونکہ یہ انسانوں کا اُصول ہے اصل نہیں دستیاب ہو تو لوگ نقل سے کام چلانا شروع کر دیتے ہیں. اور ہم مہدویوں کی حالت یہ ہے کہ اعمال اوصاف تعلیم طریقہ سب کچھ نقل کی بنیاد پر کسی کو پتہ نہیں کہ اصل مہدویہ تعلیمات کیا ہیں کیونکہ عمل نہیں رہا تو تعلیم کیسے یاد رہیں گی سب کچھ موسیٰ لکھایے عیسٰی پڑھایے پر چل رہا ہے اور یہ کھوکھلا پن تب ظاہر ہوکر سامنے آتا ہے جب سوال حقیقی کیا جائے، تب ادب احترام کا چورن دیکر خاموش کرنے کی کوشش ہوتی ہے یا ڈرا دھمکا کر اور یہی ادب احترام غائب ہو جاتا ہے جب شان رسولؐ اور شان صحابہ؄ میں ان کے اپنے بے ادبی کریں بلکہ جو پیچھے بیٹھ کر کسی کو اول فول بکتے اور برائ کرتے نہیں تھکتے وہ ایسی محفلوں مجلسوں شامل ہونا شان سمجھ کر جاتے ہیں یہی دوغلہ معیار قوم کا بیڑا غرق کرنے کی درپہ ہے. اور ایسی مجلسوں میں بلانے والے ان کمزوریوں کو جانتے ہویے انہیں جب چاہے استعمال کرتے ہیں جب چاہے اُٹھا کر پھینک دیتے ہیں. مخلص لوگ کونوں کھدڑوں میں چھپے بیٹھنے کو ایمان سمجھ بیٹھے ہیں اور قوم کو مطلبی خود غرض بدباطن متاع دنیا اور شہرت کے دلدادہ لوگوں کے حوالے کردیا ہے. خطر پسند طبیعت کو ساز گار نہیں... وہ چمن کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد

انصاف

انصاف میں تاخیر کرنا انصاف نہ کرنا ہے. یہ انگریزی مقولہ ہے Justice delayed is justice denied. دوسرے معنوں میں جرم کو بڑھاوا دیناہے. حالانکہ اسلام نے چودہ سو برس پہلے یہ اُصول اہل اسلام کو بتا دیا تھا جس میں چور کے ہاتھ کاٹنا زانی کو سنگسار کرنا وراثت کی تقسیم وغیرہ لیکن مسلمانوں میں جب سے اہل مغرب کی تقلید میں humanity کے چونچلے کا بھوت سوار ہوا مسلمانوں میں وہ تمام برائیاں عود کر آگیں جو یہود و نصاریٰ اور مشرکوں کی زندگی کا حصہ تھیں. آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ جرائم کے مقدمات میں تاخیر سے مجرم کئ اور جرائم کا ارتکاب کرجاتا ہے کیونکہ ایک جرم کی سزا بھی اتنی ہی ہے کئ جرائم کی بھی اتنی لہٰذا مجرم بے خوف ہوکر دیدہ دلیری سے دوسرے جرم کرجاتا ہے.

مہدویوں میں ایک عرصے سے کئ سماجی اخلاقی شرعی برائیاں ظاہر ہوئ ہیں اُن کی فوری روک تھام اور صدباب کے بجائے " ویٹ اینڈ سی" کا رویہ اپنا گیا اسی کا شاخسانہ آج وہ برائ قوم میں لعنت بن گئ. اور اس میں لحاظ تمیز قرابت برادری مقام و مرتبہ کا اتنا استعمال ہوا کہ اب کسی کو کسی بھی بات کے کہنے پر نہ ہمت ہے نہ حوصلہ و جرات، عوام تو عوام خواص میں یہ برائی وقتی ضرورت بن گئ ہے. عوام کی برائیاں بیان کرکے تھک ہار کر خدا رسول کے متعلق برائ کرنے کا چلن رائج کیا جارہا ہے اور ڈنکے کے چوٹ پر تام جھام کے ساتھ کہ ہم کو جو کہنا لکھنا ہے کریں گے تم کو جو کرنا ہے سو کرلو. یہ طریقہ کچھ دیوبندیہ وہابیہ سے لیا گیا ہے اور کچھ شیعہ و روافضہ سے جس کی کوشش مہدویوں میں عرصے سے جاری تھی اب کھل کر یہ کھیل کھیلا جارہا ہے.

ہم نہیں تو مہدویت نہیں کا نعرہ دبے دبے الفاظ میں عقل سے پیدل اَن اندھ بھگتوں کے دماغ میں پروسا جا رہا ہے جن کے سر میں بھیجا نہیں گوبر ہے. ان کی ایک خاص ڈھنگ سے تربیت کی جا رہی ہے تاکہ صحیح وقت کا انتخاب کرکے اس نعرے کو عام کردیا جایے. اس کی مثال وہابی بادشاہ شاہ فیصل کے قتل میں ہے کہ جب فلسطینیوں پر اسرائیل نے مظالم کی انتہا کردی تو شاہ فیصل نے " آئل یمبارگو" کا اعلان کر دیا تو امریکی حکومت بوکھلا گئ ان کے بدنام زمانہ ادارہ سے آئ اے فوراً حرکت میں آیا اور اس بادشاہ کے بھتیجے کو جو تعلیم حاصل کر رہا تھا قابو میں کیا اسے بد ترین نشہ کا عادی بنادیا اس کے بعد اس کے چچا بادشاہ کے پتلے کو سامنے رکھ کر غصہ دلایا جاتا اور ہاتھ میں پستول دے کر گولیاں داغنے پر اُبھارا جاتا جب اس کے دل میں نفرت انتہائی عروج پر پہنچ گئ تو عرب بھیج دیا وہاں پر منشیات کی پابندی تھی سو بھتیجہ آپے سے باہر ہوا اور کسی طرح بادشاہ کے قریب ہوا اسے قتل کر دیا. ایسا ہی کچھ عقل کے اندھے نشے بازوں کو تیار کیا جارہا ہے.

آخر "میں" کا غرور کس بات پر؟

میں بڑا دولت مند ہوں، میں بڑا کامیاب ہوں، میں بہت بڑا عالم ہوں، میں بڑا لیڈر ہوں، میں بہت عقلمند ہوں، میری بڑی عزت و توقیر ہے، میں سمجھدار ہوں. یہ سوچ اور احساس ہر انسان کے دل و دماغ میں کسی نہ کسی طرح پوشیدہ ہوتا ہے.

آخر کس بنیاد پر؟

انسان کے میں کو "نہیں" ہونے میں دیر نہیں لگتی، کل تھا آج نہیں ہے دوست احباب رشتہ دار اس میں کو مٹی میں دبانے میں بالکل دیر نہیں کرتے روتے افسوس کرتے دکھ کا اظہار تو کرتے ہیں، لیکن اگر اس کو جلد سے مٹی میں نہ دبایا تو تعفن اور بد بو پھیل جائیگی. جو احباب بیوی بچے ساتھ بیٹھنے میں خوشی اور فخر محسوس کرتے تھے قریب ہونا گورا نہیں کرتے اور مٹی میں دفنانے کے بعد اس "میں" کو کیڑے مکوڑے حشرات ذرہ ذرہ کر کے چٹ کر جاتے ہیں جس عقل دل و دماغ پر اس میں کو غرور ہوتا ہے اس میں بڑے بڑے کیڑے پڑ جاتے ہیں.

دولت مند اپنے غرور میں مبتلاء عالم اپنے غرور میں مبتلاء حاکم اپنے غرور میں مبتلاء یہاں تک کہ عابد و زاہد کو یہ غرور ہوجاتا ہے کہ میں اچھی عبادت کرنے والا اور خدا کا قریب ہوں. اسلام میں مہدویت ایک ایسا مذہب اور طریقہ ہے جو اس " میں" کو فنا کرکے "تو ہی تو" کہنا سکھاتا ہے اور آج اس طریقے پر عمل کرنے کا دعویٰ کرنے والوں میں سب سے زیادہ "میں" داخل ہوگیا ہے.

گھر کا ماحول

لوگ سمجھتے ہیں کہ بچے بگڑگیے بری عادتیں پڑگیئں دوسروں کے ساتھ رہکر نفاق اور بدعقیدگی پیدا ہوگئ. سوال ہے کہ اس کا ذمہ دار کون؟ اگر ہم اپنے اعمال اور کردار کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوجائے گا کہ ہم خود اس کے ذمہ دار ہیں!.

ضروری نہیں کہ کہ بچوں کو ڈرایا دھمکایا جایے برا بھلا کہا جایے مارا جائے، ضروری یہ ہے کہ گھر میں بہتر ماحول پیدا کیا جائے، بچے وہی سیکھتے ہیں جو گھر میں دیکھتے ہیں. اگر ہم خود گھر پر نماز پڑھیں قرآن پڑھیں ذکر کریں تو اس کے مثبت اثرات گھر کے لوگوں پر پڑھتے ہیں ان کے دلوں میں احترام و عقیدت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور خود برائ اور بری سنگت سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں گھر میں ادب و احترام کا ماحول پیدا ہوتا ہے. اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ. اس کا یہی مطلب ہے،اکثر دیکھا گیا ہے کہ مسجد میں ساری نمازیں پڑھنے جاتے ہیں، کوشش یہ ہونی چاہیے کہ سنت نمازیں گھر میں پڑھی جائیں. چھوٹی چھوٹی باتوں میں اصلاح اور تصحیح کا پہلو ہوتا ہے ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے.

بے پر کی

مقامی کہاوت ہے ناسمجھ کو ایک جگہ سمجھدار کو تین جگہ. ایک بے علم دھقان رات ایک گلی سے گزر رہا تھا کہ اندھیرے میں اس کا پاؤں کسی گیلی چیز پر پڑگیا اُس نے قریبی پتھر پر پاؤں رگڑا آگے گزر گیا. کچھ دیر بعد ایک علم والا سمجھدار شخص اُسی راستے سے گزرا اُس نے اندھیرے میں ڈھیر دیکھا وہ بیٹھ گیا اور غور سے اُس چیز کو دیکھا اندھیرے کی وجہ سے سمجھ میں نہ آیا تو اُس نے اُنگلی سے اُس چیز کو چھوا پھر بھی سمجھ میں نہ آیا ناک کے قریب لے گیا وہ گیلی شیے ناک پر اور منہ پر لگ گئ اور بد بو کا بھپکا آیا اسے اندازہ ہوا کہ یہ گاےے یا بھینس کا گوبر ہے اور سوچنے لگا کہ اچھا ہوا میں نے سونگھ کر دیکھ لیا ورنہ اس میں میرا پیر پڑ کر گندہ ہوجاتا، جبکہ اسکی اُنگلی ناک اور منہ گندے ہوچکے تھے اور بد بو سے دماغ بھی پراگندہ ہوگیا.

کچھ لوگوں کو بولنے کا شوق ہوتا ہے کچھ کو لکھنے کا کچھ کو دکھاوے کا. کچھ عرصے سے ایک طریقہ بن گیا ہے کہ جو جی میں آیا بولدو جو جی میں آیا لکھدو اور کچھ دکھانے کے لیے نہ بھی ہو تو دکھاتے پھرو. اگر دکھاوا ہی کرنا ہے شہرت نام و نمود ہی حاصل کرنا ہے تو دوسرے ذرائع بھی دنیا میں ہیں ایسا کیوں بولا یا لکھا جاےے کہ جن باتوں میں حقیقت اور سچائی نہ ہو بلکہ غیر حقیقی باتوں کو بیان کرکے یا لکھ کر لوگوں میں تنازعہ پیدا کیا جاےے اور اپنی کِر کِری اور شرمندگی کے اسباب پیدا کیے جائیں اور اس پر دھٹائ سے بار بار ان کی تشہیر کی جاےے، جبکہ اندازہ ہوگیا کہ غلطی ہوگئ اس سچ ثابت کرنے کی کوشش تین تین جگہ گندگی پوت لینا ہے.

اصل میں کچھ لوگوں کو لایم لائٹ یعنی مشہور ہوتے رہنے کی اتنی عادت ہوجاتی ہے کہ میں بھی کچھ ہوں اس کے لیے وہ کسی بھی حد سے گزر جاتے ہیں اور نتیجہ کبھی کبھی شرمندگی و رسوائی کا سبب ہوتا ہے. جس عمل یا کوشش میں نیت اور اخلاص کے بجاےے دکھاوا ہو اس کا انجام اکثر بُرا ہی ہوتا ہے.

قرآن مجید کی جامع تعلیم کا منبہ

قرآن مجید کی جامع تعلیمات کا منبہ تعلیمات مہدیؑ موعود ہیں.

تقویٰ توکل صحبت صادقین ترک دنیا

عزلت از خلق ہجرت ظاہری و باطنی

ذکر دوام

طلب دیدار

قرآن مجید میں جن اوصاف صالحہ پر عمل کرنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے وہ یہی اوصاف ہیں جنہیں اللہ کے خلیفہ تابع تام رسول اللہ ﷺ نے جامع اور واضح بناکر پیش کردیا ہے.

ہوتا اور ہورہا یہ ہے کہ مہدیؑ موعودؑ کی اِن تعلیمات کو پھیلانے اُن پر عمل کرانے کے بجائے ہر مبین اور مقرر قصے کہانیاں واقعات نکات ہی بیان کرنا ضروری سمجھتا ہے وہ اس لیے کہ انہیں عالم فاضل اور علامہ سمجھکر ان کی پزیرائی ہو. مہدویت یا تعلیمات مہدیؑ کو آج کل غیر ضروری سمجھکر نظر انداز کیا جاتا، لوگوں کے پاس خدا رسول اور اللہ کے خلیفہ مہدیؑ کی نہیں صرف اپنی ذات کی اور اپنا قد بڑھانے کی اہمیت زیادہ. آج کے نوجوان کی چھوڑیے کئی لوگ زندگی کے آخری مقام پر پہنچ گیے انہیں نہ اس کی تعلیم دی گئی نہ ان سے واقف کرایا گیا.

طریقہ صرف میری سنو باقی سب چھوڑو کا ہے

نماز عبادت کے علاوہ.....؟

فطری طور پر بیماری لاحق ہونا انسان میں یقینی ہے مگر غور کریں جو پنجوقتہ نمازی ہوتے ہیں اُن میں عام طور پر دل کا دورہ شگر بلڈ پریشر جیسی بیماریاں کم ہوتی ہیں. کیا کسی کو نماز کی حالت میں ان بیماریوں سے مرتے دیکھا ہے اور کیا کسی کو نماز میں کسی سانپ بچھو یا کیڑے مکوڑے کے کاٹ لینے کی خبر سنی ہے. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ نماز کی حالت میں ایک غیبی طاقت کے زیر اثر ہوتا ہے جہاں بیماریاں اور حادثات نہیں گزرتے. نماز اُصول و آداب بھی سکھاتی ہے یعنی وقت پر انسان اپنا کام کرے دوسرا یہ ہلکی پھلکی ورزش بھی ہے، جب کام کاج سے تھکے ہوں وقت پر نماز پڑھنے سے جسم میں چستی کا احساس ہوتا ہے اور دل و دماغ کو یکسوئی سے خالق کی طرف کرنے سے دن بھر کی پریشانی تھکن کچھ دیر کے لیے دور ہوتی ہے. نماز صرف عبادت یا ڈیوٹی نہیں اک تربیت ہے ایک آرام کا وقفہ ہے راحت و سکون کا ذریعہ ہے. اور جو باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں اُن میں چند ایک کو چھوڑ کر بے اعتدالی برائیاں اور لا اُبالی پن کم ہوتا ہے. حتی المقدور نماز پڑھنے والے گناہوں سے اور اللہ تعالی کی حکم عدولی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں. اللہ تعالی نے نبی مکرم رحمت عالم ﷺ کے ذریعہ نماز ایک عبادت ہی نہیں ایک اُصول ایک ورزش ایک تربیت ایک سکون و اطمینان کا طریقہ بتایا ہے. جو نماز نہیں پڑھتے وہ دنیا میں ہی پریشانی اور جہنم جیسے حالات کا شکار ہوتے ہیں.

وہابیت کیا ہے....؟

قرآن شروع ہوتا ہے غیب پر ایمان لانے کی بات سے. لیکن وہابیت کی بنیاد غیر یقینی لادینیت اور غیر روحانیت پر ہے. ویسے وہابیت کے مذہبی عقائدی موضوعات پر بہت کتابیں ہیں لیکن یہاں مختصر طور پر ان کے نظریات کو سمجھنے کی کوشش کریں، وہابیت دراصل اسلام میں دہریت یعنی کمیونزم اور لادینیت سے متعلق ہے. وہابی کسی بھی روحانی معاملے کا انکار کرتے ہیں اُن کا ماننا ہے کہ دنیا میں پیدا ہوئے ہیں تو طریقہ حرام حلال نہیں بلکہ اچھی زندگی گزارنا ہے تو کچھ بھی کرو، وہ خدا کو ایک طاقت مانتے ہیں جیسا کہ کمیونسٹ اور انبیاء مرسلین کا ان کے پاس احترام نہیں بلکہ وہ اپنے جیسے انسان مانتے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرکے انہوں نے اسے ثابت کیا ہے. ان کے پاس قرآن میں اگر کچھ نہیں تو وہ دین ہی نہیں اور صحیح بخاری کے علاوہ کوئی حدیث نہیں مانتے پیغمبر اسلام نہیں ان کے پاس امام بخاری محترم ہیں. دیوبندی تبلیغی جماعت اسلامی صلافی سبھی وہابی عقائد رکھتے ہیں صرف رائے عامہ کے ڈر سے اس کا اظہار نہیں کرتے. وہابی یونان کے اہل فلسفہ اور ہندوؤں کی خدائی میں شراکت کے قایل ہوتے ہیں، غور کریں اُن کے پاس دین کا مطلب آرام آسائش دنیا میں دولت اکھٹا کرنا عیاشیاں ہی ان کا دین ہے، روحانیت یا عالم غیب کا ان کے پاس کوئی نظریہ ہے ہی نہیں. معراج کے واقعات میں نبی کریم ﷺ نے بہت سارے انبیاء کو اپنی خبروں میں نماز پڑھنا بیان کیا اور روایات ہیں کہ انبیاء کے جسدوں کو مٹی نہیں کھاتی. لیکن وہابیہ عقیدہ یہ کہ " محمد یا نبی ہم جیسے انسان تھے وہ سب مٹی میں مل گیے(نعوذ باللہ)" حدیث میں ہے کہ قرب قیامت اسلام کے کچھ فرقے دجال سے جاملیں گے.

کسی مقرر یا عالم نما شخص کا ویڈیو بیان نصیحت مہدویہ سوشیل میڈیا پر ڈالنے سے پہلے اُس کے بارے میں جانیں کہ اس کا عقیدہ کیا ہے. کچھ دن پہلے طارق عثمانی کا ویڈیو ہماری سوشیل میڈیا پر دیکھا جب کہ اس شخص نے شان مہدی میں بڑی گستاخ زبان استعمال کی اور مہدویوں کو کافر قرار دیا ایسے ویڈیو پوسٹ کرکے کیا بتانا چاہتے ہو کہ وہ صحیح ہے. کل کوئی شیطان انسان کے بھیس میں عقیدہ بگاڑنے کے لئے اچھی بات کہے گا تو کیا وہ بھی ہمیں سمجھاوگے؟.

نماز روح کی غذا ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو حیثیتیں عطا کی ہیں ایک جسمانی دوسری روحانی. جسمانی حیثیت کو برقرار اور قائم رکھنے کے لیے غذا ہوا پانی ضروری ہے تاکہ انسان دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے توانائی حاصل کرنے کے لیے اپنے جسم میں حرارت پیدا کرتا رہے اور اسی کے ساتھ انسان اپنے خالق کو نماز ذکر و روزہ کے ذریعہ روح کی بالیدگی کرتا رہے. روح کی حقیقی غذا نماز ہے جیسا کہ معراج میں پچاس نماز فرض ہوئیں لیکن انہیں پانچ نمازوں کی تخفیف کے ساتھ پچاس نمازوں کے صلے میں تبدیل کردیا. نماز پڑھنے سے انسان کی روحانی طاقت بڑھتی ہے اور انسان دینی حالت میں ہی نہیں دنیاوی معاملات میں بھی پر سکون اور اور توانا رہتا ہے. جو نماز نہیں پڑھتے وہ دنیاوی حالت میں بے چین منتشر تو ہوتے ہی ہیں اسی کے ساتھ مالی و معاشرتی حالت میں بھی پریشان ہوتے ہیں. جسے نبی کریم ﷺ آسان لفظوں میں سمجھایا ہے کہ " انسان کا پیٹ قبر کی مٹی کے سوا کوئی نہیں بھر سکتا". اللہ تعالیٰ نے دن میں تین مرتبہ غذا کا انتظام کیا ہے اور نماز پانچ وقت کی، اسی بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ نماز کی اہمیت کیا ہے. جو نماز نہیں پڑھتے وہ ایک ایسی حیثیت طاقت اور نعمت کو کھو رہے ہیں جس کا انہیں اندازہ نہیں ہے. مہدئ موعودؑ نے تعلیمات فرائض اور ذکر دوام کے ذریعہ روح کو مزید سے مزید تر توانا اور قوی بنائے رکھنے کا ہمیں طریقہ سکھایا ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ کے دینی و دنیاوی معاملات کے ذاتی اوصاف تھے جس کے ذریعہ دنیاوی زندگی کے ساتھ حیات بعد الموت کا جتن کیا گیا ہے.

کردار و عمل

مہدئ موعود علیہ السلام کے زمانے میں آپ کے دعوے کی بہت لوگوں نے مخالفت کی اور بعد بھی لوگ مخالف رہے لیکن آپ کے اخلاق کردار اور خدا ترسی اور آپ کی تبلیغ و اصلاح کے طریقہ و تعلیم کے سب قائل رہے بلکہ مہدویہ تحریک کو نویں صدی ہجری میں اسلام کی سب سے موثر اور بہتر تحریک مانا اور مہدویت کی طرز پر کئی تحریکیں اور جماعتیں بنائیں اور آپؑ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی کئی مشہور عالموں مورخوں محققین نے آپؑ کو خراج تحسین پیش کیا۔

لیکن! پچھلے سو برسوں میں بہت سارے لوگ مہدویوں کے مخالف بھی رہے اور کفر کے فتوے بھی دیتے رہے، ہر ایرا غیرا مفتی بغیر کسی علم و تحقیق کے فتوے دے دیتا ہے،ایسا کیوں ہے؟ ایسا اس لیے ہوا ہے کہ مہدویوں میں وہ اعمال نہیں رہے جو مہدویت کا خاصہ تھے اور مہدویت کے اوصاف بھی نہ رہے اب مہدویوں میں ظاہر پرستی اور دکھاوا ہی رہ گیا علم و عمل نہیں رہا. کوئی بھی کسی فرد یا قوم پر اُسی وقت حملے کرتا یا چڑھ دوڑتا ہے جب اُن میں دینی و ایمانی کمزوری اور کھوکھلا پن دیکھتا ہے. اگر کوئی علم میں عمل میں اوصاف میں کردار میں نیت میں مخلص ہے تو لوگ اس کے بارے میں غلط بیانی اور بُرا بھلا کہنے سے ڈرتے ہیں یا لحاظ تو کرتے ہیں. جب اعمال اوصاف اور طریقے اور اخلاق میں گراوٹ آجاتی ہے تو کم ظرف اور بد بخت بھی ذلیل کرنے برائ کرنے سے باز نہیں آتے.

علم اور عمل

حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالٰی نے چالیس برس تک عمل سے گزارا اس کے بعد علم دیا جو رہتی دنیا تک قائم ہے.

مسلمانوں کا معاملہ اُلٹا ہے تین پانچ دس سال تک مدرسوں میں رٹّا مار کر عالم ہونے کی سند دے دی جاتی ہے اُس کے بعد عمل تو نہیں صرف علم رہجاتا ہے وہ بھی ادھورا. اور اس بے قاعدہ علم کے اظہار میں مقرر شعلہ بیانی کا ایسا طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ آسمان سر پر اُٹھا لیا جاتا ہے منہ سے جھاگ اُڑنے لگتا ہے کیونکہ جب بولنے کے لیے کچھ نہیں رہجاتا تب شور و غوغا سے ہی کام چلانا پڑتا ہے. اب یہ طریقہ مہدویوں نے بھی اپنا لیا ہے کیونکہ عمل تو نہیں رہا صرف دکھاوا ہی دکھاوا ہے. حالانکہ مہدویت صرف اور صرف عمل کا مذہب ہے. نئے نئے مدرسوں سے آیے نوجوانوں کو دیکھیے ان کی تقریر اور بیان یو ٹیوب میں اِدھر اُدھر سے نقل کا چربہ ہوتے ہیں، درمیان درمیان میں سائنسی معلومات بیان کرنا گویا عالم افضل العلماء ہونے کی سند ہے. اور ہر تقریر کے بعد چند ہم عمر لونڈوں کے درمیان خود کی تعریف اور واہ واہی سننا آج کا محبوب مشغلہ ہے اور مد مقابل کی تضحیک ہجو اور انہیں زدکوب کرنے تکلیفیں دینے کی سازشیں وہیں طیے پاتی ہیں.

عمل میں خلوص ہو تو علم کی ضرورت نہیں ہوتی کونسے انبیاء اور اللہ والے علم کی سند کے ساتھ مقرب خدا ہویے تھے وہ اُن کا عمل اور اخلاص تھا جو انہیں بارگاہِ خداوندی میں معزز کرگیا. اگر علم ادھورا بے مقصد عقل و سمجھ سے وراء ہو تو انسان غرور و تکبر میں مبتلاء تو ہوسکتا ہے اللہ کا مقرب نہیں بن سکتا ابلیس کی مثال سامنے ہے.

اس لیے دوسروں کی نقل کرنے خود کو اعلی ثابت کرنے کی کوشش سے پہلے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی دیکھ لینا چاہیے. اللہ تعالی نے انسان کو اتنا ہی علم دیا ہے جتنا کہ سمندر میں سے چڑیا کی چونچ میں ایک قطرہ پانی. اور عمل کا معاملہ یہ ہے کہ اگر ایک سجدہ بھی خدا قبول کرلے تو انسان کامیاب ہوگیا.

وقت ہے

رات میں چھ سے آٹھ گھنٹے سونے کے لیے، دن میں تین وقت کھانا کھانے کے لئے، کاروبار تجارت کرنے کے لیے، نوکری کرنے کے لیے، کھیل کود تماشہ دیکھنے کے لیے، دن رات فیس بک واٹس اپ اور دیگر گروپس میں چیٹنگ کرنے کے لیے، انٹرنیٹ اور گیمس کے لئے، دوستوں سے بے کار واہیات گفتگو اور مصروفیات کے لیے، بیوی بچوں کو دوست احباب کو خوش کرنے کے لیے، شادی بیاہ دیگر تقریبات میں سارا سارا دن رات گزارنے کے لیے. ہمارے پاس وقت نہیں ہے.

نماز کے لیے اللہ کے ذکر کے لیے اُس کی عبادت اطاعت کے لئے.

یہ وقت اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہے گناہوں سے جہنم کے عذاب سے بچنے کے لیے. اور انسان دنیا میں ساری زندگی اپنے لیے جیتا ہے اور چاہتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی اُسے جنت سکون اور راحت دی جائے. اتنی خود غرضی کائنات کی کسی مخلوق میں نہیں ہے جتنی انسان میں ہے. پھر بھی اِتراتا ہے کہ مسلمان ہے مومن ہے مہدوی ہے وغیرہ وغیرہ.
اللہ تعالیٰ کی کائنات میں خود کو اتنے دھوکے میں رکھنے والی مخلوق مسلمانوں جیسی نہیں.

دیکھا جارہا ہے کہ جلسے مجلسیں واعظ بیان تقاریر نکاح اور دوسری تقاریب کی محفلیں دو چار پانچ گھنٹے چلتی ہیں اس دوران نماز کا وقت ہوتا سارے ڈھٹائی سے بے شرمی سے بیٹھے رہتے ہیں اور نماز ذالیع کرتے ہیں اور خود کو اللہ والے مسلمان مہدوی نہ جانے کیا سمجھتے ہیں. یہ سب کیا جاتا دین ایمان اسلام کے نام ہے. حیف ہے حیف ہے. اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دین و دنیا میں ذلیل کرنے کے اسباب پیدا کیے ہیں ان اعمال و اوصاف کی وجہ سے.

جلسے اور لطیفے

آج کل جلسوں اور ان کے ہونے والے اعلانات کو دیکھ کر شیخ چلی کے لطیفوں کی یاد آتی ہے. عظیم الشان جلسہ، عظیم الشان مشاعرہ، عظیم الشان محفل وغیرہ وغیرہ. مگر اُن جلسے جلوسوں اور مشاعروں کے فوٹو اور ویڈیو ڈالے جاتے ہیں تو اُن میں چند لوگ بھی نہیں ہوتے بلکہ کئ بار ایسا دیکھنے میں آیا کہ سامعین سے زیادہ اسٹیج پر لوگ تھے. ایسے احمقانہ اعلانات اور بیان کرکے لوگ خود اپنی بے عزتی کروالیتے ہیں. ایک ایسے ہی عظیم شان جلسے کی ویڈیو دیکھی مقررین سولہ تھے اور سامعین تیئیس.

ایک جلسے کا اعلان بڑے تام جھام سے ہوا اس کے بعد سوشیل میڈیا پر لکھا گیا کہ تاریخ میں ایسا جلسہ نہ ہوا نہ ہوگا جب فوٹو اور ویڈیو سوشیل میڈیا پر ڈالے تو اس تاریخی جلسے میں تین ساڑھے تین سو لوگ تھے. جس نے اسے تاریخی جلسہ لکھا کم از کم ٹینٹ والے سے پوچھ لیتے تو کرسیاں دینے کی تعداد بتا دیتا، حماقت ہوش میں کی جایے تو حماقت ہوتی ہے بے ہوشی اور حد سے زیادہ تکریم میں کی جایے تو پاگل پن کہا جاتا ہے.

سیاست میں لوگ ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ بڑے لیڈروں کی نظر میں آنے کے لئے ایک لمبا سا پوسٹر ہاتھوں میں موبائل فون اور آنکھوں پر کالا چشمہ کرتہ پاجامہ کے ساتھ گلی کوچوں محلے میں لگا دیتے ہیں حالانکہ اُنہیں کوئ لیڈر نا مانتا ہے نہ ہوتے ہیں. ایسا ہی مذہبی جلسوں میں ہونے لگا ہے اور ایک بڑا اور کریہہ منظر مذہبی جلسوں میں یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ حقیر فقیر کہلایے جانے والے عالموں کو ایک نقلی تخت نما کرسی پر بٹھایا جاتا ہے ایسے لگتا ہے جیسے ہندوؤں کا کوئ مٹ کا سوامی یا گرو ہو. اب اسلامی طور طریقے چھوڑ کر مشرکوں کی نقل کی جانے لگی ہے. انسان عادت سے گرجایے الگ بات ہے سدھرنے کا موقع ہوتا ہے مگر فطرت سے گرجایے تو سدھرنے کے تمام راستے بند سمجھے جانے چاہئیں.

سچ آہستہ بولو قوم سو رہی ہے

سید یوسف.... بنگلور

عقیدت جب جہالت بن جایے

تقریباً ساٹھ کے درمیانی دہے کی بات ہے ہندوستان میں علم اور ترقی کی ایسی فضا نہیں تھی،والد مرحوم کا تبادلہ کرناٹک کے گلبرگہ ضلع کے ایک موضوع میں ہوگیا ناچار ہمیں بھی ساتھ جانا پڑا. معاملہ یہ دیکھا کہ ہمارے مکان سے کچھ دور ایک چبوترے پر چھوٹا سا مندر تھا ہر صبح گاؤں کا پٹیل جس کی عمر ساٹھ برس سے تجاوز کرگئ تھی اس چبوترے کے پاس کھڑا ہو جاتا مندر کے پنڈت کا ایک پانچ چھے سال کی عمر کا لڑکا آکر کنارے کھڑا ہوجاتا وہ عمر رسیدہ پٹیل اُس لڑکے کے دونوں پیروں پر اپنا سر رکھ دیتا اُس کے بعد باری باری سبھی لوگ ایسا کرتے یہ ایسا کیوں کرتے مجھے یاد نہیں ، ہمیں اس لیے تعجب ہوتا کہ یہ وہی لڑکا ہوتا تھا جو صبح ننگ دھڑنگ پاخانہ جاکر کئ دیر تک اُس کی ماں کو آواز دے رہا ہوتا کہ اُس کا چوتھڑ دھلایے ماں کام میں مصروف ہونے کی وجہ اُسے گالیاں بکتی ہوئ آتی اور دھلاتی. یہ تعجب خیز منظر ہر دن دیکھ کر اُن عمر رسیدہ لوگوں کی جہالت پر ہنسی تو آتی مگر ہمارا نابالغ ذہن بھی پریشان ہوجاتا کہ یہ کیسی عقیدت ہے.

کیا آج کے حالات میں کوئ تبدیلی واقع ہوئ ہے؟ ہماری عمریں گزرگیں کیا آج بھی ہم ایسی جہالت کا شکار نہیں ہیں، کیا ہم پر ایسی زبردستی مسلط نہیں کردی جاتی. عمر میں تھوڑے فاصلے کا فرق تو چل جاتا ہے لیکن کیا ایسا ہونا چاہیے. عقیدت کا معیار تقویٰ پرہیز گاری کے ساتھ عمر کا لحاظ بھی ہونا چاہئے ایسا نہیں کہ طفل مکتب بھی لمبی لمبی چھینک رہے ہوں.

سید یوسف.... بنگلور

سچ آہستہ بولو قوم سو رہی ہے

تاریخ گواہ ہے

سب سے زیادہ دھوکہ بازی دین مذہب اور عقیدے کے ذریعہ دی جاتی ہے، نمرود اور فرعون نے انسانوں کے عقیدے کے ذریعہ ہی خود کے خدا ہونے کا دعویٰ کیا عیسائی رہبروں نے حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ بنا کر مذہب و عقیدے کے ذریعہ لوگوں کو قابو میں کیے رکھا اہل ہنود نے صدیوں سے یہ طریقہ اپنایا ہے آج ہندوستانی حکومت اس کی مثال ہے.

آج سے پچاس برس پہلے برصغیر کے ہر گلی کوچے موڑ پر ایک ولی بن جاتا تھا اور ولیوں کی قبریں راتوں رات خود رو جھاڑیوں کی طرح اُگ آتی تھیں، پھر بدعت کے نام پر وہابیہ دیوبندی اور تبلیغیون نے امیر جماعت دامتہ برکاتہم کی ایسی فصل اگائی کہ شعبدے بدمعاش جاہل بد بخت دین کے مبلغ بن گیے.

مہدویہ تاریخ میں پچھلے چند دہوں سے کچھ نام نہاد اچانک ایسے علامہ منظر عام پر آگیے کہ جن کی وجہ سے قوم میں انتشار پیدا ہوگیا. کوئی اغیار کے طور طریقے مہدویوں پر مسلط کرنا چاہتا تھا تو کوئی اپنے خاندان اور اولاد کے آگے کسی کی حیثیت بے معنی سمجھنے لگا. ان کی دیکھا دیکھی وہ ممولے جنہوں نے کبھی دین و مذہب کی الف بے نہیں پڑھی وہ بھی اپنی مسند سجا کر عالم اور فخر ملت بن گیے. دنیا میں سب سے آسان طریقہ لوگوں کو اُلو بنانے کا مذہب اور عقیدے کے ذریعے ہوتا ہے.

ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اُن کا کہا دین و مذہب باقی سب بے دینی قرار دی جاتی ہے اور اعتراض کرنے والوں پر دل آزاری دلشکنی کا الزام عائد کرکے پالتو موالی بدمعاشوں کو پیچھے لگایا جاتا ہے. تاریخ دہرائی جاتی ہے مگر کردار بدل جاتے ہیں.

سچ آہستہ بولو قوم سو رہی ہے

سید یوسف.... بنگلور

اچھائی اور برائی

اچھائی اور برائی ہر طبقے میں ہوتی ہے، اچھائی کو پھیلانے کے لئے برائی کی نشاندہی کرنا بری بات نہیں ہے، قرآن میں اچھائی اور برائی دونوں کا ذکر ہے اس سے کسی کی تضحیک یا دل آزاری نہیں کہا جاسکتا. اچھائی کی قدر کرنے والے ہر طبقے میں ہوتے ہیں. ہمارے ذاتی تعلق میں تین چار ایسے رہنما ہیں جو ہماری پوسٹ کو ہمیشہ سرہاتے اور ہمت افزائی کرتے ہیں، ان کے اس عمل اور وصف سے اُمید پیدا ہوتی ہے کہ قوم کی رہنمائی کچھ حق پرستوں کے ہاتھوں میں بھی ہے جو خموشی سے اپنا منصب نبھارہے ہیں انشاءاللہ اللہ مہدویت کی آبرو اُنہیں کے ہاتھوں میں ہے.

ایک ایسے ہی رہنما نے کسی اور کا واقعہ بتایا کہ کوئی مذہبی کام یا تعمیر ہو رہی تھی جو قوم کی بہتری سے خلوصِ دل سے کی جارہی تھی کسی نے فون کر کے اس کار خیر میں حصہ لینے کا اعلان کیا جب اپنے رہنماء سے مشورہ کیا تو اُنہوں نے منع کردیا جو معطی تھا وہ خاموش ہوگیا یعنی دینی کاموں کو اپنے اثر و رسوخ سے اس طرح مذموم طریقوں سے روکا جاتا ہے، اس طرح قوم کیسے ترقی کریگی. اُنہوں نے بتایا کہ بعد میں اُن رہنما نے اسی معطی کی رقم سے دوسرے ملک سفر کیا اور بہت کچھ فائدہ حاصل کیا. کیا یہ برائی نہیں ہے مفاد عامہ کا کام روک دیا گیا اور متاع دنیا کے لیے اسے استعمال کیا ؟ اس طرح بھی معتقدین کا استحصال کیا جاتا ہے اپنی ذاتی ملکیت سمجھ کر. اطاعت وفرمابرداری حق کے لئے ہونا چاہئے ہر ناحق بات کے لیے نہیں. امام حسینؓ کا قول ہے جس کو اپنی ذلت پر بھی غصہ نہ آیے وہ بزدل ہے. یہ قوم ملت اور عوام کی کھلی تذلیل ہے. حق کی راہ میں جنگ بدر میں باپ بیٹے کے، چچا بھتیجے کے ماموں بھانجے کے مقابل تھا دوسروں کی بات ہی کیا.

سچ آہستہ بولو قوم سو رہی ہے

سید یوسف.... بنگلور

حقیقی علم خالق کی طرف راہنمائی کرتا ہے

اللہ نے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر مہر لگا دی ہے، اور اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے (النمل ۱۰۸)

ہر انسان اپنے عقیدے سوچ سمجھ خیال کے مطابق مسائل کا حل تلاش کرتا ہے اور اس کا تمام علم اُس نکتہ انجماد سے آگے نہیں بڑھتا، خصوصاً عقائد باطلہ اور کفر و شرک میں بڑا قوی ہوتا ہے. لیکن قرآن اور شریعت محمدی انسان کو اس نکتہ انجماد سے آگے لے جانے کی راہیں دکھاتے ہیں، اس نکتہ کو تحلیل کرکے انسان کی سوچ سمجھ ادراک میں روانی بہاؤ فصاحت و بلاغت پیدا کرتے ہیں جو ایمان یقین تخلیق کائنات اور خالق کل کے خُلق عظیم کے مقصد کو سمجھنے میں مدد گار ہوتے ہیں. جو انسان کے اندر عبادت ریاضت کے علاوہ علم تحقیق جستجو محاسبہ مکاشفہ پیدا ہوتا ہے، جس سے انسان کے اندر خالق کی تخلیقات میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور اس کائنات کی بناوٹ ساخت اس کی تخلیقی حیثیت و ضرورت انسان کو مالک حقیقی تک پہنچانے کا سبب بن جاتی ہے جس سے انسان خُدا کو پہچان کر اُس کے آگے سرنگوں ہونے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے انسان کا علم اس کی تخلیقی فطرت خالق حقیقی کو پہچاننے کی طرف رہنمائی کرتی ہے نہ کہ خود کے غرور و انا میں مبتلاء ہونے کی. جب انسان علم و ادراک میں ادھورا اور نامکمل ہوجاتا ہے تو خُدا کو چھوڑ کر خود نمائ نمائش و غرور میں مبتلاء ہوجاتا ہے. اسی کو قرآن آنکھوں کا اندھا پن کانوں کا بہرا دلوں پہ مہر لگ جانا کہتا ہے.

سچ آہستہ بولو قوم سو رہی ہے

سید یوسف.... بنگلور

تعصب

ابو الکلام آزاد نے لکھا ہے کہ شیخ عبداللہ نیازی نے مہدوی طریقہ اختیار کرلیا تھا اس لیے جنگل میں دور عبادت میں مصروف رہتے تھے. یعنی دائرہ بنا کر ترک دنیا کرکے ذکر دوام مشغول ہوگیے. اسی لیے علمایے سو نے بادشاہ سے کہکر انہیں ہاتھی کے پاؤں سے ان کا سر کچل دیا اور ان کی لاش مقدس کئ دن تک پڑی متعفن ہوتی رہی. کیا آج کے نوجوان مہدوی اس بارے میں جانتے ہیں؟ نہین کیونکہ وہ اپنے خاندان قبیلے کے نہیں تھے اُن کا نام لینا بھی گوارہ نہیں کیاجاتا. کیا بندگی میاں شیخ مصطفی گجراتی کے بارے میں کوئ جلسہ تقریر بیان سنایا جاتا ہے نہیں کیونکہ وہ خاندان سے نہیں تھے. بندگی میاں عبدالغفور سجاوندیؒ نے مہدی موعودؑ کی دعوت کی شہادتوں کی(ہژدہ آیات)تمام قرآنی آیات کو جمع کرکے نہ صرف بیش بہا بلکہ معرکتہ الآراء کام کیا کوئ مہدوی اُن کے بارے میں جانتا ہے؟ نہیں کیونکہ وہ خاندان سے نہیں تھے.

گروہ مہدویہ میں خاندانی تعصب کا بت اتنا قوی اور مضبوط ہے کہ اس بت کو شاید حضرت عیسٰیؑ کے کوئی اور نہیں توڑسکتا. اور تو اور جو خود کو عالم فاضل سمجھ بیٹھے ہیں وہ بھی ان ہستیوں کے بارے میں تحقیق کرنا لکھنا قوم کو بتانا گوارہ نہیں کرتے کیونکہ وہ مخالفت کر لینا پسند نہیں کرتے، ایسے میں ہم کیسے خود کو مصدقین یا سچے کہہ سکتے ہیں. اللہ کا خوف نہیں ہے بلکہ کفن دفن کا خوف ایمان و عقیدے کو برباد کر رہا ہے. اس پر ستم بالایے ستم یہ کہ مہدوی مخالف دیوبندیوں وہابیوں اور کچھ تنازعہ ترجموں تفسیروں کو پڑھایا سنایا جاتا ہے.

ضرورت ہے از سر نو مہدویوں کو اپنے ایمان عقیدے طریقے اعمال کا جائزہ لینے کی ہمارے اسلاف کے بارے معلومات اکھٹا کرنے کی. اس تعصب سے باہر نکلنے کی. مہدویت بجایے ایک مذہب و عقیدے کے ایک رسم بن کر رہ گئی ہے.

سید یوسف.... بنگلور

سچ آہستہ بولو قوم سو رہی ہے

تعصب.....2

پچھلے تین دہائیوں سے گروہ مہدویہ دیوبندی تبلیغی اور وہابیہ کے کفریہ نظریات سے نبرد آزما رہی اس دوران خاموشی سے شیعہ عقائد و نظریات کو مہدویوں میں داخل کیا جاتا رہا ہے، جس کے آثار ظاہر ہونے لگے ہیں. ہماری مخالفت ایسی کسی بھی کوشش سے ہے، مہدویت کو کسی دوسرے طریقے عقیدے نظریات سے ملوث کیے جانے کی کسی بھی کوشش کو مہدویوں آواز اُٹھانا چاہیے. ہم صرف حقیقی مذہب اسلام اور حقیقی مہدویہ عقائد کی طلب رکھتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی رسم و بدعت اور اپنے من گھڑت طریقوں اور بیانوں کے مخالف ہیں،چاہے وہ ظاہری اعمال ہو کہ باطنی سینہ بہ سینہ علم کے نام پر کوئی فعل عمل قول طریقہ جو مذہب اسلام اور عقاید مہدویہ مخالف ہو ہمیں منظور نہیں.
ہمارے روحانی مرشد اللہ کے رسول ﷺ اور خلیفۃاللہ تابع تام رسول اللہ مہدیٔ موعود ہیں ظاہری طور پر ہم کسی ایسے مرشد سے علاقہ رکھیں گے جو خالص اسلام اور مہدویت پر کار بند ہو. مرشد ہمارے لیے ایسے رہنما کے مثل ہو جو ہمارے لیے اللہ کے احکام رسولؐ سنت میں ہونے والی کوتاہیوں اور مہدیٔ موعود کی تعلیمات سے اعراض پر سرزنش کرے ہمیں راہ راست اختیار کرنے کی تلقین کرے نہ کہ اپنے خیالات اور نظریات ہم پر تھوپے. ہماری تلاش ایسے مرشد کے لیے عرصے سے جاری ہے اگر دس میں سے تین اوصاف بھی ہمیں نظر آئے تو اُس دن اپنا علاقہ پختہ کریں گے، اسی کوشش میں ہم نے اپنے جد امجد بندگمیاں سید ابراہیم بڑے میراں بارہ بنی اسرائیل کی زیارت موقوف رکھی ہے تاکہ اُن کی روح کے روبرو حاضر ہوں تو دل میں شک و شبہ نہ ہو.

سچ آہستہ بولو قوم سو رہی ہے

سید یوسف.... بنگلور

لقمہ حرام

اُموی خلیفہ عبدالملک نے پہلی صدی ہجری میں حجاج بن یوسف کو حجاز مقدس کا گورنر بنایا، حجاج بڑا اچھا منتظم (ایڈمنسٹریٹر) تھا مگر بڑا ظالم شخص بھی تھا اس کے ظلم کا شکار کئ تابعین بھی ہویے.

اُسے معلوم ہوا کہ کئ جید علماء و مشائخین اس کے لیے بدعا کرتے ہیں. اُس نے ایک بڑی عالیشان محفل آراستہ کی اور تمام علماء و مشائخین کو مدعو کیا، ظالم تو تھا حکمران بھی تھا سبھی علماء و مشائخ دعوت میں حاضر ہوئے، اُس نے اُن کی خاطر کی بہت اچھا کھانا کھلایا.

کھانے کے بعد اُس نے تقریر کی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ سب مجھے پسند نہیں کرتے اور مجھے ظالم سمجھتے ہو اور میرے حق میں بدُعا کرتے ہو ، اس لحاظ سے میری حکومت جائز نہیں اور میرا مال اسباب ناحق اور حرام ہے اب آپ سبھی نے میری دعوت قبول کرکے میرا مال حرام کھایا ہے. احادیث میں ہے کہ جس نے ایک لقمہ حرام کھایا اُس کی چالیس دن کی دعا قبول نہیں ہوی اور آپ لوگوں نے پوری دعوت کھائ ہے لہذا اب میں مطمئن ہون آپ سبھی کی بدُعاون کا کوئ اثر نہ ہوگا.

اندازہ لگایے ہم کس قسم کی کمائ کر رہے ہیں اور اس پر یہی کمائ زکواۃ فطرہ میں دیتے. ہماری دعائیں کیسے قبول ہونگی اور جن کو اُسی کمائ سے مدد کر رہے ہو وہ بھی انجانے میں بغیر تحقیق کے لقمہ حرام کھارہے ہیں اُن کی دُعائیں اور اعمال کیسے قبول ہونگے چہ جائیکہ ہمیں کوئ فائدہ پہنچے یا کوئ فیض.

سید یوسف.... بنگلور

سچ آہستہ بولو قوم سو رہی ہے